خطبہ جمعہ

صدقات، دعا اور خیرات سے ردِّ بلا ہوتا ہے

جو لوگ قبل از نزول بلا دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۸؍اکتوبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۸؍اخاء ۱۳۷۸ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ) بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ فَيَأْخُذُالصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾۔(سورۃ التوبہ آیت ۱۰۴)

کیا انہیں علم نہیں ہوا کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات قبول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جیسا دعاؤں پر انسانی یقین کو کامل کیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس سے پہلے کسی نبی نے دعا کے مضمون کو اس زور اور قوت سے چھیڑا ہو۔ اور یہ تو بہر حال سب کا ایمان ہے کہ ہر نبی کا ہتھیار دعا ہی ہوتا تھا۔ بعد کے لوگوں نے مضمون کو بگاڑ دیا اور کچھ کا کچھ سمجھ لیا مگر ہر نبی کا اصل ہتھیار دعا تھا۔ لیکن جب اور نبیوں کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے مقابلہ کیا جائے تو بہت بڑا فرق دکھائی دیتا ہے اس سلسلے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ حدیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضرت ابراہیم بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ذوالنون (حضرت یونس) نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی وہ یہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اس دعا کو جو بھی مسلمان کسی ابتلاء کے وقت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی عقدالتسبیح بالید)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا قضاء وقدر کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے۔ اور عمر کو صرف نیکی ہی بڑھا سکتی ہے۔

(سنن الترمذی کتاب القدر باب ما جاء ولا یرد القدر الا الدعاء)

اب یہ جو دوسرا فقرہ ہے اس کی تشریح آگے مل جائے گی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمائی ہے۔ اصل میں عمر تو جو مقدر ہے اس سے آگے نہیں جا سکتی مگر اس مقدر سے پہلے لوگ اپنی غلطی کی وجہ سے، دوسروں کی غلطی کی وجہ سے حادثات کے نتیجہ میں فوت ہوتے ہی رہتے ہیں تو قضاء وقدر کا ایک آخری کنارہ ہے جیسے کوئی پُل بنانے والے پُل تعمیر کرتے ہیں تو اس کی تاریخ لکھ دیتے ہیں کہ اس تاریخ کو یہ پل دوبارہ تعمیر ہونا چاہئے یا اس کی مرمت ہونی چاہئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کی قضاء وقدر مقرر فرما رکھی ہے۔ آخری مدت کو کوئی نہیں ٹال سکتا لیکن اس سے پہلے مرنے کے بے انتہا امکانات ہیں اور ان امکانات کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عمر کو نیکی ہی بڑھا سکتی ہے۔ اب یہاں نیکی سے مراد کیا ہے؟۔ دراصل وہ لوگ جو دوسروں سے نیکی کرتے ہیں اور ان کی بھلائی کرتے ہیں اور گویا عملاً ان کی خاطر زندہ رہتے ہیں وہی ہیں جن کی عمر کو آخری حد تک بڑھایا جا سکتا ہے اگر اللہ یہ چاہے۔

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی کے علاوہ اور کوئی چیز عمر نہیں بڑھاتی اور دعا کے علاوہ تقدیر الٰہی کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی۔ اور انسان یقیناً اپنی خطاؤں ہی کی وجہ سے جو وہ کر چکا ہوتا ہے رزق سے محروم کیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ مقدمہ باب فی القدر)

اب سے رزق سے محروم کیا جانا ایک مشکل مضمون ہے، اس کو میں اس وقت چھوڑتا ہوں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا ورنہ دنیا میں بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے بے خدا لوگ، گندے، دہریہ، دنیا پرست رزق سے محروم دکھائی نہیں دیتے۔ تو یہاں رزق کے مضمون کو میں خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں مگر اس وقت خطبے کا وقت اجازت نہیں دیتا کہ تفصیل سے اس میں جاؤں۔ غالباً اس سے پہلے میں کسی خطبے میں یہ بیان کر چکا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ فراخی اور آرام کے وقت بکثرت دعا کرے۔ (سنن ترمذی ابواب الدعوات باب دعوۃ المسلم مستجابۃ)

یعنی دعا کا وقت اصل میں آرام کا وقت ہے۔ جب اسے کوئی تنگی نہیں، کوئی مشکل نہیں وہ وقت جو ہے وہ دعاؤں کا وقت ہے۔ ورنہ جب ضرورت پڑے تو اس وقت تو دہریہ بھی خدا خدا کہنے لگ جاتے ہیں اور قرآن کریم میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ اگرچہ اللہ اپنی رحمت سے وقتی طور پر ان کو بچا بھی لیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصل دعا کا مفہوم وہی ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب آسانی کا وقت ہو، آرام کا وقت ہو، اس وقت خدا کو یاد کیا کرو۔ پھر جب تمہارا مشکل وقت آئے گا تو اللہ تمہیں یاد رکھے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کسی کے لئے باب الدعاء کھولا گیا تو گویا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اسے عافیت طلب کرنا محبوب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا اس ابتلاء کے مقابلے پر جو آچکا ہو اور اس کے مقابلے پر جو ابھی نہ آیا ہو نفع دیتی ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔ (سنن الترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید)

اس میں ایک اور باب رحمت کھول دیا گیا ہے۔ پہلے تو لگتا تھا کہ جب مصیبت پڑ چکے پھر دعا کام نہیں کرتی لیکن اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بسا اوقات اگر اللہ چاہے تو مصیبت پڑنے کے بعد بھی وہ اس کو ٹال سکتا ہے اور یہ اس کی مرضی ہے جس سے چاہے یہ سلوک فرمائے۔

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے، بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ (سنن الترمذی کتاب الدعوات)

اب اللہ کا شرمانا ایک خاص معنے اپنے اندر رکھتا ہے مگر بندہ جب ہاتھ اٹھا دیتا ہے اس کے

سامنے تو وہ ردّ نہیں کیا کرتا۔

حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص روزانہ صبح و شام تین بار یہ دعا مانگتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم۔ یعنی میں اس اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد چاہتا ہوں جس کے نام کے ہوتے ہوئے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی وہ دعاؤں کو سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ تو اُسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور برائی کی موت کو دور کرتا ہے۔

(سنن ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ما جاء فی فضل الصدقۃ)

(اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ نے لب تر کرنے کے لئے گرم پانی پیا اور فرمایا: بعض لوگوں کا اصرار تھا کہ میں کچھ نہ کچھ گرم ضرور پی لیا کروں بیچ میں یعنی وہاں سے آنا مجھے برا لگتا ہے میں نے کہا ایک دفعہ ایک گلاس میں ڈال دیں جس میں کم ٹھنڈا ہو تو خطبے تک اگر ضرورت پڑے تو میں اس سے لب تر کر لیا کروں گا۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے پاکیزہ مال سے صدقہ کرتا ہے۔

اب پاکیزہ مال سے صدقہ بہت اہم بات ہے۔ جتنی بھی حرام کی کمائی ہو، دنیاداری کی کمائی ہو اس کا صدقہ ہوتا ہی کوئی نہیں۔ خدا گندے مال کو قبول کرتا ہی نہیں۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔ اسی لئے حضرت رسول اللہ ﷺ کے الفاظ بہت گہرے اور بہت عارفانہ ہیں۔ ایسی شرط ساتھ لگا دیتے ہیں کہ کسی بیوقوف کو دھوکہ پھر لگ ہی نہیں سکتا۔

اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول فرماتا ہے خدائے رحمٰن اسے اپنے داہنے ہاتھ سے لیتا ہے اگرچہ وہ ایک کھجور ہی ہو۔ وہ خدائے رحمٰن کی ہتھیلی میں بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ایسے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھیرا یا اپنی اونٹنی کا وہ بچہ جو اونٹی سے الگ کر دیا گیا ہو پالتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقۃ)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب انقوا النار ولو بشق تمرۃ)

یہ وہی مضمون ہے یہ روایت دوسری ہے صرف۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی ابتلاء میں گھرے ہوئے شخص کو دیکھے اور ان الفاظ میں دعا کرے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ اس ابتلاء سے محفوظ رکھا جس میں تو مبتلا ہے اور اپنی مخلوق کے بہت سے لوگوں میں سے مجھے اپنے فضل کا سزاوار بنایا۔ وہ اس آزمائش میں مبتلا نہ ہوگا۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ما یقال اذا رأی مبتلی)

بسا اوقات آپ حادثات دیکھتے ہیں، گہرے طور پر متاثر ہوتے ہیں اس وقت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ دعا ایک روشنی کا مینار بن جاتی ہے جو ہر تباہ کرنے والی چھپی ہوئی Rock سے انسان کو بچاتی ہے۔ کوئی پہلو آپ نے نہیں چھوڑا دعا کا جس کے اوپر آپ نے تفصیل سے روشنی نہ ڈالی ہو۔ اب ابتلاء میں گھرے ہوئے لوگ بہت سے ہوتے ہیں مثلاً کوئی بیمار ہے، کسی کو گنگرین ہو گئی، کسی کا کوئی حصہ کاٹنا پڑتا ہے اور ہر انسان اس وقت اگر کسی بیمار کو دیکھے، اس حالت میں دیکھے، اُس وقت دعا کی ضرورت ہے۔ اور یہ دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائی ہے اس موقع کے لئے تیر بہدف ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس ابتلاء سے محفوظ رکھا جس میں تُو مبتلا ہے۔ مجھے اپنے فضل کا سزاوار بنایا۔ تو وہ اس آزمائش میں مبتلا نہیں ہوگا۔

اس ضمن میں اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالے آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر دیر ہو گئی تو شاید کچھ حوالے چھوڑنے پڑیں مگر پھر وہ آئندہ کام آ جائیں گے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں کہ صدقات، دعا اور خیرات سے ردِّ بلا ہوتا ہے"۔

میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس زمانے میں کسی نے دعا پر کامل یقین پیدا نہیں کیا اور آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سچے غلام ہونے کی یہ سب سے بڑی علامت ہے۔ جتنا دعا پہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے زور دیا ہے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زور دیا ہے۔ آپ نے بھی سنا ہوگا غیر احمدیوں کو کبھی کہ دعا کرو تو کتنے کھوکھلے، ہلکے منہ سے کہتے ہیں مگر جب دعا کا وقت ہوتا ہے دعا نہیں کرتے بلکہ پیروں فقیروں کے پاس دوڑتے ہیں، جادو منتر سے طلب کرتے ہیں۔ لیکن احمدی کو آپ کبھی نہیں دیکھیں گے کسی مشکل کے وقت پیروں فقیروں سے ہو کے آئے۔ جتنا احمدیوں میں ایک دوسرے کو دعا کے لئے لکھنے اور دعا کے لئے کہنے کا رواج ہے ساری دنیا کے انسانوں میں کہیں آپ کو نہیں ملے گا اور یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کا ایک بہت بڑا نشان ہے، اگر کوئی ذرا عقل کرے اور سوچے۔

فرماتے ہیں "لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں کہ صدقات، دعا اور خیرات سے ردّ بلا ہوتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو انسان زندہ ہی مر جاتا۔ مصائب اور مشکلات کے وقت کوئی امید اس کے لئے تسلی بخش نہ ہوتی، مگر نہیں۔ اسی لئے لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد فرمایا ہے، لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْد نہیں فرمایا۔

اب یہ دیکھیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنا عارفانہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد (آل عمران: ۱۰)۔ میعاد میں وعدہ ہے اس کی وعدہ خلافی اللہ نہیں کرتا۔ مگر لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْد کا مطلب ہے ڈراوے کو نہیں ٹالتا۔ تو یہ باریک فرق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن میں ڈوب کر پایا اور آگے ہم سے بیان کیا کہ خدا تعالیٰ وعید کو ٹال دیتا ہے۔ اُس سچے وعدہ کو ہرگز نہیں ٹالتا۔

چنانچہ فرمایا "اللہ تعالیٰ کے وعید معلق ہوتے ہیں جو دعا اور صدقات سے بدل جاتے ہیں۔ اس کی بے انتہا نظیریں موجود ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی فطرت میں مصیبت اور بلاء کے وقت دعا اور صدقات کی طرف رجوع کرنے کا جوش ہی نہ ہوتا۔ جس قدر راستباز اور نبی دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں آئے ہوں مگر یہ بات ان سب کی تعلیم میں یکساں ملتی ہے کہ انہوں نے صدقات اور خیرات کی تعلیم دی۔ اگر خدا تعالیٰ تقدیر کے محو اور اثبات پر قادر نہیں تو پھر یہ ساری تعلیم فضول ٹھہر جاتی ہے۔ اور پھر ماننا پڑے گا کہ دعا کچھ نہیں اور ایسا کہنا ایک عظیم الشان صداقت کا خون کرنا ہے۔ اسلام کی صداقت اور حقیقت دعا ہی کے نکتہ کے نیچے مخفی ہے کیونکہ اگر دعا نہیں تو نماز بے فائدہ، زکوٰۃ بے سود اور اسی طرح سب اعمال معاذ اللہ لغو ٹھہرتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت یونس کی قوم کی مثال دیتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"دعا بہت بڑی سِپَر کامیابی کے لئے ہے۔ یونس کی قوم گریہ وزاری اور دعا کے سبب آنے والے عذاب سے بچ گئی۔ میری سمجھ میں محاتبت مغاضبت کو کہتے ہیں اور حوت مچھلی کو کہتے ہیں اور نون تیزی کو بھی کہتے ہیں اور مچھلی کو بھی۔ پس حضرت یونسؑ کی وہ حالت ایک مغاضبت کی تھی۔ اصل یوں ہے کہ عذاب ٹل جانے سے ان کو شکوہ اور شکایت کا خیال گزرا کہ پیش گوئی اور دعا یونہی رائیگاں گئی اور یہ بھی خیال گزرا کہ میری بات پوری کیوں نہ ہوئی۔ پس یہی مغاضبت کی حالت تھی۔ اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ تقدیر کو اللہ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فردِ قرارداد جرم کو بھی ردّی کر دیتے ہیں۔ اصول خیرات کا اسی سے نکلا ہے۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہیں۔ علم تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے اس لئے خیرات کرنا جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق و ثبات دکھاتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل و قال سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ عملی رنگ میں لا کر کسی بات کو نہ دکھایا جاوے۔ صدقہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ صادقوں پر نشان کر دیتا ہے۔ حضرت یونس کے حالات میں درِّ منثور میں لکھا ہے کہ آپ نے کہا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ جب تیرے سامنے کوئی آوے گا تجھے رحم آ جاوے گا"۔

سب اس مغاضبت کی حالت کے باوجود دل میں یہ یقین تھا کہ جب میں خدا کے حضور پیش ہو جاؤں گا وہ مجھے معاف فرما دے گا۔ اس کے آگے لکھتے ہیں "ایں مشت خاک را گر نہ بخشم

چہ کنم"۔(ملفوظات جلد اول جدیدایڈیشن صفحہ ۱۵۵)اس خاک کی مٹھی کو اگر میں بخشوں نہ تو اور کیا کروں۔

"تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے ایک کا نام معلق ہے اور دوسری کو مبرم کہتے ہیں۔ اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔ مبرم ہونے کی صورت میں وہ صدقات اور دعا اس تقدیر کے متعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے"۔

وہ جو روز بیماریاں وغیرہ آپ دیکھتے ہیں تو یاد رکھیں کہ تقدیر مبرم ایسی تقدیر ہے جو ٹالی نہیں جاسکتی اس لئے جو چاہیں آپ کریں اس وقت جب وہ ہو جائے تو اس کا مطلب ہے تقدیر چل گئی اس کو پھر بدلا نہیں جاسکتا۔

"ہاں وہ عبث اور فضول بھی نہیں رہتے"۔ دعا اور صدقات تقدیر مبرم کے وقت بھی عبث اور فضول نہیں رہتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ "وہ اس دعا اور صدقات کا اثر اور نتیجہ کسی دوسرے پیرائے میں اس کو پہنچا دیتا ہے"۔ کئی دفعہ اولاد کے غم سے بچالیتا ہے، کئی دفعہ اور باتوں سے بچالیتا ہے مگر تقدیر مبرم جب پوری ہو جائے اور پھر صدقہ دیا جائے، پھر خیرات کی جائے تو وہ بھی فائدے سے خالی نہیں ہوتے۔

"بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی تقدیر میں ایک وقت تک توقف اور تاخیر ڈال دیتا ہے۔ قضائے معلق اور مبرم کا ماخذ اور پتہ قرآن کریم سے ملتا ہے یہ الفاظ گو نہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں فرمایا ہے اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ اب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا قبول ہو سکتی ہے اور دعا سے عذاب ٹل جاتا ہے اور ہزار ہا کیا کُل کام دعا سے نکلتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کُل چیزوں پر قادرانہ تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے پوشیدہ تصرفات کی لوگوں کو خواہ خبر ہو یا نہ ہو مگر صدہا تجربہ کاروں کے وسیع تجربے اور ہزار ہا دردمندوں کی دعا کے صریح نتیجے بتلا رہے ہیں کہ اس کا ایک پوشیدہ اور مخفی تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ عمل ضروری نہیں کہ ہم اس کی تہہ تک پہنچیں اور اس کی کنہہ اور کیفیت معلوم کرنے کی کوشش کریں جبکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ایک شے ہونے والی ہے اس لئے ہم کو جھگڑے اور مباحثے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی قضاء و قدر کو مشروط کر رکھا ہے جو توبہ، خشوع و خضوع سے ٹل سکتی ہے۔ جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ فطرتاً اور طبعاً اعمال حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے اپنے اندر ایک قلق اور کرب محسوس کرتا ہے جو اسے بیدار کرتا ہے اور نیکیوں کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے اور گناہ سے ہٹاتا ہے۔ جس طرح پر ہم ادویات کے اثر کو تجربہ کے ذریعہ سے پالیتے ہیں اسی طرح پر ایک مضطرب الحال انسان جب خدا تعالیٰ کے آستانہ پر نہایت تذلّل اور نیستی کے ساتھ گرتا ہے اور ربّی ربّی کہہ کر اس کو پکارتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے تو رویائے صالحہ کے ذریعے سے ایک بشارت اور تسلی پالیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجھہ فرماتے ہیں کہ جب صبر اور صدق سے دعا انتہاء کو پہنچے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ دعا، صدقہ اور خیرات سے عذاب کا ٹلنا ایسی ثابت شدہ صداقت ہے جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کا اتفاق ہے اور کروڑہا صلحاء، اتقیاء اور اولیاء اللہ کے ذاتی تجربے اس امر پر گواہ ہیں"۔(ملفوظات جلداول جدید ایڈیشن صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)

"واضح رہے کہ تقدیر کے معنے صرف اندازہ کرنا ہیں جیسے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْراً یعنی ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر اس کے لئے ایک مقررہ اندازہ ٹھہرا دیا"۔ اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیسی عارفانہ نگاہ قرآن کریم کے ایک ایک لفظ پر ہے۔ اگر کسی انسان میں ادنیٰ بھی حیا ہو تو اس شخص کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ اب اس بات پر غور کر کے دیکھیں کسی مولوی نے کبھی یہ کسی کے سامنے پیش نہیں کیا۔ "یعنی ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کے لئے ایک مقررہ اندازہ ٹھہرا دیا۔ اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنے اختیارات سے روکا گیا ہے بلکہ اختیارات بھی اسی اندازے میں آگئے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت اور انسانی خُو کا اندازہ کیا تو اس کا نام تقدیر رکھا اور اسی لئے مقرر کیا کہ فلاں حد تک انسان اپنے اختیارات برت سکتا ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی فہمی ہے کہ تقدیر کے لفظ کو ایسے طور پر سمجھا جائے کہ گویا انسان اپنے خداداد قویٰ سے محروم رہنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اس جگہ تو ایک گھڑی کی مثال ٹھیک آتی ہے کہ گھڑی کا بنانے والا جس حد تک اس کا دور مقرر کرتا ہے اس حد سے زیادہ وہ چل نہیں سکتی۔ یہی نہیں انسان کی مثال ہے کہ جو قویٰ اس کو دئے گئے ہیں ان سے زیادہ وہ کچھ کر نہیں سکتا اور جو عمر دی گئی ہے اس سے زیادہ وہ جی نہیں سکتا"۔ یہاں وہ آخری مقدر عمر مراد ہے۔

ہر بنانے والا جانتا ہے کہ یہ کب تک چلے گی۔ خدا تعالیٰ کی باریک سے باریک ان وجوہات پر نظر ہوتی ہے جس کے نتیجے میں کبھی دل فیل ہو جاتے ہیں، کبھی گردے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، کبھی اور خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور ان ساری باتوں کو تقدیر کے لفظ کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں۔ یہ سارے تقدیر کا حصہ ہیں۔ "بے شک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے شک مریض کو فائدہ ہوتا ہے۔ پھر ایسا ہی انہی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑتا ہے کہ دعا کا قبولیت کے ساتھ رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے"۔

پھر فرماتے ہیں "دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیان اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے"۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی مثال میں ایک ولی کا ذکر کیا جو شاید تیس برس سے یا کسی مدت سے کوئی دعا مانگ رہا تھا کہ اے خدا مجھے یہ دے دے اور ہر دفعہ، ہر روز تہجد میں اس کو الہام ہوتا تھا کہ تیری دعا قبول نہیں ہوئی اور وہ چھوڑتا ہی نہیں تھا، دعا کرتا چلا جاتا تھا۔ ایک دن اس کے کسی مرید کو خیال آیا کہ میں بھی تو ساتھ کھڑا ہو کے دیکھوں کہ کیا دعائیں کرتا ہے میرا پیر۔ اس نے بھی وہ الفاظ سنے۔ اے خدا مجھے یہ دے، یہ دے، یہ دے اور ساتھ الہام بھی سنا جو اس پیر پر ہوا کہ تیری دعا قبول نہیں ہوئی۔ یہ سن کر وہ تقریباً مرتد ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اگر دعائیں قبول نہیں ہو رہیں تو یہ کیا کھڑا تیس سال سے اپنی عمر ضائع کر رہا ہے۔ عین اس وقت اس کو الہام ہوا۔ اے میرے بندے تو نے تیس سال میں جو کچھ مجھ سے مانگا ہے میں سب کچھ تجھے دے دیتا ہوں، ایک کا بھی انکار نہیں۔

یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ "سعید الفطرت ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی چلی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہے۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہئے اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کبھی بھی خیال نہ کرنا چاہئے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے"۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ قبل از نزول بلا دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے۔ اور عذاب الٰہی اور مصائب سے ان کو بچالیتا ہے۔ میری ان باتوں کو قصہ کے طور پر نہ سنو۔ میں نصحاً للہ کہتا ہوں، اپنے حالات پر غور کرو اور آپ بھی اور اپنے دوستوں کو بھی دعا کے لئے کہو۔ استغفار عذاب الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لئے سپر کا کام دیتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال:۳۴) یعنی اللہ تعالیٰ کبھی بھی عذاب نہیں دیتا کسی قوم کو جو استغفار میں مصروف رہتے ہیں۔ مَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اس

لئے اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذاب الٰہی سے تم محفوظ رہو تو استغفار کثرت سے پڑھو"۔(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۱۳۴)

پھر فرماتے ہیں"دوسروں کے لئے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے"۔اس کی تفصیل میں بیان کر چکا ہوں۔ جو لوگ اپنے سے زیادہ غیروں کی فکر میں ہر وقت مبتلا رہتے ہیں اور ان کی بھلائی چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی تقدیر ان کی عمر کو اپنی آخری انتہا تک پہنچا دیتی ہے اور بعض اوقات اس کے برعکس بھی آپ لوگ دیکھتے ہیں مگر اس کی اور وجوہات ہوتی ہیں۔ مگر یہ بنیادی حقیقت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے۔اور اس کی تائید میں یہ آیت قرآنی پیش فرماتے ہیں"اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ"دیکھو جو چیز انسان کو فائدہ پہنچاتی ہے وہ زمین میں مستقل قائم ہو جاتی ہے۔"اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جاسکتی ہے وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے جبکہ خیر کا نفع کثرت سے ہے تو اس آیت کا فائدہ ہم سب سے زیادہ دعا کے ساتھ اٹھا سکتے ہیں۔اور یہ بالکل سچی بات ہے جو اس دنیا میں خیر کا موجب ہوتا ہے اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور جو شر کا موجب ہوتا ہے وہ جلدی اٹھالیا جاتا ہے"۔(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۲۵۳)

اب بسا اوقات اس کے برعکس بھی آپ کو دکھائی دے گا جو شر کا موجب ہو وہ بعض دفعہ جلدی نہیں اٹھایا جاتا، اس کی رسّی دراز کی جاتی ہے تو یہ ایک باریک مضمون ہے جس کی تفصیل مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے غالباً میں پہلے کسی خطبہ میں بیان کر چکا ہوں اس لئے میں اس کو دہرانا نہیں چاہتا کیونکہ یہ ایک لمبا کام ہوگا اس وقت آپ کو سمجھایا جائے کہ بظاہر آپ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ شر کا موجب بنتے ہیں اور وہ لمبی عمر پاتے ہیں اس کا بالکل اور مضمون ہے۔اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ یہ آیت اس پر نگران ہوتی ہے کہ میں ان کو مہلت دیتا ہوں اور میری پکڑ بہت سخت ہے۔ تو ہر انسان کی نیکی کی انتہاء کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور بدی کی انتہاء کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور جس انسان کی بدی کی حد کی انتہاء تک خدا اس کو پہنچنے دے اس سے زیادہ اس کو سزا نہیں دی جاسکتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، غالباً آپ ہی کا، یہ کشف تھا آپ غور کر رہے تھے اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْن، کہ ان شریر لوگوں کو خدا تعالیٰ مہلت دیتا کیوں ہے۔ تو کشفاً آپ نے ایک رقاصہ دیکھی جس کے ہاتھ میں شراب کا گلاس پکڑا ہوا تھا۔ اب وہ ناچتی جاتی تھی اور اس کو ہلاتی جاتی تھی اور یہ آیت پڑھ رہی تھی اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْن یہاں تک کہ وہ گلاس آخر بھر گیا اور پیالہ چھلک گیا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو اس کی حکمت سمجھ آئی کہ بدوں کو جب لمبی مہلت ملتی ہے تو ان کے لئے اس سے بڑی سزا ممکن نہیں۔ ان کی سرشت میں جتنی بدیاں کرنے کی طاقت موجود ہے اس کے آخر تک خدا تعالیٰ ان کو پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے آج کل جو پاکستان میں ہو رہا ہے اس سے احمدی بدظن نہ ہوں کیونکہ اس میں حکمت اور ہے۔ تو اللہ رحم فرمائے ان پر کہ ان کے لئے اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْن کا حکم آیا ہے۔

"ہمارے تجربے میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔ بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں، یہ غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اس کے ہاتھ میں سب شفا ہے۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں ان کو مرض ذیابیطس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوفناک شکل میں نمودار ہوا اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ ڈاکٹروں نے نہایت گھرا چیرہ دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہو گئی یہاں تک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔ تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک روز اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا 'آثار زندگی' اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت روبصحت ہے۔ بیمار کو چاہئے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو۔ انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں کچھ حقوق العباد کے متعلق"۔(ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ ۶۰،۵۹)

اب چونکہ وقت ہو چکا ہے اور نماز کا وقت بھی تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے میں یہاں اس اقتباس کو ختم کر رہا ہوں اور باقی بعد میں پڑھوں گا۔ صرف ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعاؤں کے متعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بغیر یہ خطبہ مکمل نہیں ہو سکتا۔

فرماتے ہیں"جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائبات کرامات دکھلاتے رہے ہیں اس کا اصل اور منبع بھی دعا ہی ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشہ دکھا رہے ہیں"۔اب سنیں"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے"۔ آج تک کسی فلاسفر کو، کسی سیاستدان کو سمجھ نہیں آتی یعنی غیر مسلموں کو کہ واقعہ کیا ہو گیا ہے کتنی حیرت انگیز بات ہے، کئی بہانے بناتے ہیں، کہیں پہ تلوار بیان کرتے ہیں، کہیں اور کچھ مگر در حقیقت اس راز کو اگر صحیح طور پر بیان فرمایا ہے تو سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نہیں بیان کر سکا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی راتوں کی بیقرار دعائیں نہ ہوتیں تو کبھی دنیائے عرب میں یہ معجزہ رونما نہیں ہو سکتا تھا۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔ میں اپنے ذاتی تجربے سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے"۔